15

اسلام کے نزدیک کوئی دن بھی منحوس نہیں سارے کے سارے دن ہی بابرکت اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہیں

(فرمودہ 2 جولائی 1954ء بمقام کراچی)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''ہمارا اِس سفر کا یہ آخری جمعہ ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِسی ہفتے کے اندر منگل کے بعد جو رات آتی ہے اور دس بجے شب کے قریب یہاں سے گاڑی چلتی ہے اُس میں ہم ناصر آباد جائیں۔ اِس ذکر کے ساتھ ہی ایک اَور بات کے اظہار کا بھی مجھے خیال آ گیا اور وہ یہ کہ راستہ میں موٹر میں یہی بات ہوئی تو کراچی کے وہ مقامی دوست جو ہمارے ساتھ سوار تھے انہوں نے کہا کہ آپ منگل کو سفر کر رہے ہیں اور گو انہوں نے لفظ تو نہیں بولے مگر اُن کا مطلب یہی تھا کہ منگل کو سفر کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ میں نے کہا اول تو یہ بات غلط ہے کہ ہم منگل کو سفر کر رہے ہیں۔ انگریزی رواج کے مطابق بیشک رات کے بارہ بجے سے دوسری رات کے بارہ بجے تک دن چلتا ہے لیکن اسلامی دن ایک شام سے دوسری شام تک ختم

ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا چاند پر انحصار ہوتا ہے اور چاند دوسرے دن شام کو نیا نکلتا ہے۔ اس لیے گو ہم منگل کے بعد کی رات کو جا رہے ہیں لیکن ہم منگل کو نہیں بلکہ بدھ کو جا رہے ہیں۔

پھر میں نے کہا کہ یہ وہم کر لینا کہ فلاں دن منحوس ہے اور فلاں دن غیر منحوس، یہ تو بڑی خرابی پیدا کرنے والا ہے۔ اِس پر انہوں نے کہا کہ آپ ہی نے تو کسی تقریر میں کہا تھا کہ منگل کے دن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاید کوئی الہام ہوا تھا یا کوئی اَور وجہ تھی کہ آپؑ اسے ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ میں نے کہا میں نے تو صرف ایک روایت کی تشریح کی تھی۔ یہ تو نہیں کہا تھا کہ منگل کا دن منحوس ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایک ایسی روایت منسوب کی جاتی ہے اس لیے میں نے بتایا تھا کہ اگر اس روایت کو درست تسلیم کیا جائے تو شاید منگل کے دن سے آپؑ کو اس لیے تخویف کرائی گئی ہو کہ آپؑ کی وفات منگل کے دن ہونے والی تھی۔ مگر بعض لوگوں نے اِس مخصوص بات کو جو محض آپؑ کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی وسیع کر کے اسے ایک قانون بنا لیا اور منگل کی نحوست کے قائل ہو گئے حالانکہ جو چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو اُس کو منحوس قرار دینا یہ بڑی بھاری نادانی ہوتی ہے۔

اگر منگل کا دن منحوس ہوتا تو خدا تعالیٰ کو بتانا چاہیے تھا کہ اَور تو سب دنوں میں میری صفات کام کرتی ہیں لیکن منگل کا دن چونکہ منحوس ہے اس لیے اس میں میری صفات کام نہیں کرتیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے کسی دن کی نحوست محسوس نہیں کی تو ہم یہ کریں، یہ ایسی باتیں ہیں جن سے وہم بڑھتا ہے اور زندہ قوموں کے افراد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کے وہموں میں مبتلا ہونے سے اپنے آپ کو بچائیں۔ ان وہموں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس کسی کو کوئی خاص نقصان کسی دن میں پہنچ جاتا ہے وہ اُسی دن کو منحوس قرار دینے لگ جاتا ہے۔ فرض کرو کسی کو پیر کے دن کوئی شدید نقصان پہنچا ہے تو وہ کہنا شروع کر دے گا کہ میرا تجربہ یہ ہے کہ پیر کا دن منحوس ہوتا ہے۔ کسی کو ہفتہ کے دن کوئی حادثہ پیش آیا تو وہ کہنا شروع کر دے گا کہ ہفتہ کا دن منحوس ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی حکومت ہفتہ کے دن شکست کھا جاتی ہے تو اُس کے افراد کے ذہنوں پر یہ بات غالب آ جائے گی کہ ہفتہ کا دن منحوس ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے

کہیں گے کہ دیکھتے نہیں! ہم پر ہفتہ کے دن کیسی تباہی آئی تھی!! اِسی طرح ہوسکتا ہے کہ کسی کو جمعرات کے دن کوئی حادثہ پیش آ جائے تو وہ جمعرات کو اور کسی کو جمعہ کے دن کوئی حادثہ پیش آجائے تو وہ جمعہ کو منحوس کہنے لگ جائے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ سارے لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں گے اور کہیں گے کہ ہم کیا کریں گے ہمارا تو نحوست پیچھا نہیں چھوڑتی اور دوسری قومیں ترقی کر جائیں گی۔

اگر کوئی کہے کہ دنوں میں اگر کوئی خاص برکت نہیں ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری قوم کے لیے جمعرات کے سفر میں برکت رکھی ہے۔1 تو اِس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ وہاں ایک وجہ موجود ہے اور وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ تھا کہ جمعہ کے دن تمام لوگ شہر میں رہیں اور اکٹھے ہو کر نماز ادا کریں تا کہ جب لوگ اکٹھے ہوں تو وہ ایک دوسرے کی مشکلات کا علم حاصل کریں، اہم امور میں ایک دوسرے سے مشورہ لیں، اپنی ترقی کی تدابیر سوچیں اور یہ چیزیں اِتنی اہم ہیں کہ اِن کو ترک کر کے کسی کا سفر پر چلے جانا کسی صورت میں بھی درست نہیں ہوسکتا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کہیں سفر پر جانا چاہو تو جمعرات کو جاؤ تا کہ جمعہ کسی شہر میں ادا کرسکو۔ اور یہ چیز ایسی ہے جس سے کوئی وہم پیدا نہیں ہوتا۔ محض جمعہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت دی ہے کہ اگر چھوٹا سفر ہے تو جمعرات کو کرلیا کرو اور اگر لمبا سفر ہے تو جمعہ کی نماز پڑھ کر کسی اَور دن چلے جاؤ۔ پس اس حدیث میں کسی دن کی برکت پر زور نہیں دیا گیا بلکہ جمعہ کی نماز پر زور دیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جمعہ کی نماز میں سارے شہر کا اکٹھا ہونا ضروری ہوتا ہے چاہے وہ دس لاکھ کا شہر ہو یا بیس لاکھ کا شہر ہو یا تیس لاکھ کا شہر ہو۔ اگر کوئی ایسا شہر ہے جس کے افراد ایک مقام پر اکٹھے نہیں ہو سکتے تو اسے مختلف حصوں میں بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مسئلہ یہی ہوگا کہ ہر حلقہ کے تمام لوگ اپنے اپنے حلقہ میں نمازِ جمعہ کے لیے اکٹھے ہوں۔ اور اس میں بہت سے دینی اور دنیوی فوائد ہیں۔ جب لوگ اکٹھے ہوں گے تو لازماً وہ ایک دوسرے کی مشکلات کا علم حاصل کریں گے، ایک دوسرے سے مشورے کریں گے، ایک دوسرے کی ترقی کی

تدابیر کریں گے، اپنی تنظیم کو زیادہ مؤثر بنائیں گے، اپنی اخلاقی اصلاح کے لیے سکیمیں سوچیں گے، غرباء کی ترقی کے لیے پروگرام تجویز کریں گے۔ غرض وہ قومی ترقی کے لیے اس اجتماع سے بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ گو افسوس ہے کہ آجکل مسلمانوں میں جمعہ کے اجتماع سے اس رنگ میں فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا۔ اپنے اندر ہی دیکھ لو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب خطبہ ہو رہا ہو تو امام کی طرف منہ کر کے بیٹھو اور اُس کی باتوں کو توجہ سے سنو۔2 مگر بعض لوگ اِس وقت امام کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہیں اور پھر ذرا کوئی آہٹ آ جائے یا چوہے کے ہلنے سے ہی کھٹکا ہو جائے تو سب اُس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تا کہ چوہے کے ہلنے سے جو کھٹکا ہوا ہے اُس کی برکت سے وہ محروم نہ رہیں۔ گویا جمعہ کی جو غرض ہے کہ خطیب کی بات کو توجہ سے سنا جائے اور اُس سے فائدہ اُٹھایا جائے اُس سے بہت کم لوگ حصہ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری جماعت میں بھی یہ کمزوری پائی جاتی ہے اور کئی دفعہ انہیں ٹوکنا پڑتا ہے۔

باقی رہی وہ روایت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہے اگر وہ درست ہے تو اس نحوست سے مراد صرف یہ نحوست تھی کہ آپ کی وفات منگل کے دن ہونے والی تھی ورنہ جب خدا تعالیٰ نے خود تمام دنوں کو بابرکت کیا ہے اور تمام دنوں میں اپنی صفات کا اظہار کیا ہے تو اس کی موجودگی میں اگر کوئی روایت اس کے خلاف ہمارے سامنے آئے گی تو ہم کہیں گے کہ روایت بیان کرنے والے کو غلطی لگی ہے۔ ہم ایسی روایت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اور یا پھر ہم یہ کہیں گے کہ ہر انسان کو بشریت کی وجہ سے بعض دفعہ کسی بات میں وہم ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی کوئی وہم منگل کی کسی دہشت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہو گیا ہو مگر ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ دن منحوس ہے۔ ہم اس روایت میں یا تو راوی کو جھوٹا کہیں گے اور یا پھر یہ کہیں گے کہ شاید بشریت کے تقاضا کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِس بارہ میں کوئی وہم ہو گیا ہو ورنہ مسئلہ کے طور پر یہی حقیقت ہے اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے کہ سارے کے سارے دن بابرکت ہوتے ہیں3 مگر مسلمانوں نے اپنی بدقسمتی سے ایک ایک کر کے دنوں

کو منحوس کہنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامل طور پر نحوست اور اِدبار کے نیچے آ گئے۔

ان کی مثال بالکل اُس پٹھان کی طرح ہے جس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ محنت مزدوری کرنے پنجاب میں آیا تو اُس نے خیال کیا کہ روٹی تو مہنگی ملے گی، چلو خربوزے خرید لیں۔ ایک زمانہ میں خربوزے بڑے سَستے ہوا کرتے تھے۔ میں نے خود پیسے پیسے، دودو پیسے وَٹّی (یعنی دو سیر) خربوزے بِکتے دیکھے ہیں۔ اس نے چار پانچ سیر خربوزے خرید لیے۔ مگر کُجا افغانستان کا سردہ جو نہایت میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے اور کُجا پنجاب کا خربوزہ جو ایک پھسپھسی سی غذا ہوتی ہے۔ اُس نے ایک خربوزہ کھایا تو وہ نہایت پھِیکا اور بدمزا تھا۔ اُسے غصہ آیا۔ اُس نے سب خربوزوں کو پھینک کر اُن پر پیشاب کر دیا۔ دوچار گھنٹے اُس نے کدال چلائی۔ پسینہ نکلا اور بھوک لگی تو سوچنے لگا کہ اب کیا کروں؟ میں نے تو سب خربوزوں پر پیشاب کر دیا ہے۔ میں اب کیسے کھاؤں؟ مگر جب بھوک نے زیادہ بے تاب کر دیا تو وہ خربوزوں کے پاس آیا اور ایک خربوزہ اُٹھا کر اور اُسے اِدھر اُدھر سے دیکھ کر کہنے لگا کہ اس پر تو پیشاب نہیں پڑا اور اُسے کھا گیا۔ پھر دوبارہ کام شروع کیا تو تھوڑی دیر کے بعد پھر بھوک لگی۔ اِس پر وہ پھر آیا اور ایک دو خربوزے اُٹھا کر کہنے لگا کہ اِن پر تو پیشاب نہیں پڑا تھا۔ اس طرح آہستہ آہستہ سوائے ایک خربوزے کے باقی سب خربوزے اُس نے کھا لیے۔ مگر کچھ دیر کے بعد پھر بھوک نے ستایا۔ آخر وہ پھر اُس خربوزہ کے پاس آیا اور سوچ سوچ کر کہنے لگا کہ میں بھی کتنا احمق ہوں جن خربوزوں پر پیشاب پڑا تھا اُن کو تو میں نے پہلے کھا لیا اور جس پر پیشاب نہیں پڑا تھا وہ ابھی باقی ہے اور یہ کہتے ہی اُس نے یہ خربوزہ بھی کھا لیا۔

یہی لوگوں کی حالت ہے۔ مگر اُس نے تو پھر بھی اپنے وہم سے فائدہ اُٹھایا اور خربوزے کھا کر اپنی بھوک دور کر لی مگر مسلمان اپنے وہم سے ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ کہتے ہیں ہفتہ پر بھی پیشاب پڑا ہوا ہے، اتوار پر بھی پیشاب پڑا ہوا ہے، پیر پر بھی پیشاب پڑا ہوا ہے، منگل پر بھی پیشاب پڑا ہوا ہے، بدھ پر بھی پیشاب پڑا ہوا ہے، جمعرات پر بھی پیشاب پڑا ہوا ہے، جمعہ پر بھی پیشاب پڑا ہوا ہے اور پھر چادر اوڑھ کر سو گئے۔ اب ساری دنیا اقتصادیات میں ترقی کر رہی ہے، سیاسیات میں ترقی کر رہی ہے، اخلاقیات میں ترقی

کر رہی ہے، سائنس میں ترقی کر رہی ہے، علوم و فنون میں ترقی کر رہی ہے، ایجادات میں ترقی کر رہی ہے۔ اور مسلمان بڑے آرام سے سو رہا ہے اور کہتا ہے ہفتہ میں بھی نحوست ہے،اتوار میں بھی نحوست ہے، پیر میں بھی نحوست ہے،منگل میں بھی نحوست ہے، بدھ میں بھی نحوست ہے،،جمعرات میں بھی نحوست ہے، جمعہ میں بھی نحوست ہے،۔ اگر اِسی طرح سب قومیں وہم میں مبتلا ہو جائیں تو دنیا برباد ہو جائے۔

ہمارے لیے خضرِ راہ صرف خداتعالیٰ کی صفات ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ کوئی دن نہیں جس میں خداتعالیٰ کی صفات ظاہر نہ ہو رہی ہوں۔ اور جب ہر دن میں خداتعالیٰ کے انوار کا جلوہ ہے تو وہ چیز منحوس کس طرح ہوئی۔ خداتعالیٰ کی صفات کا ظہور ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بجلی کی رَو جاری ہو جاتی ہے۔ اگر بے جان چیزوں میں بھی بجلی کی رَو نظر آنے لگتی ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ سات دنوں میں خدائی صفات کا ظہور ہو اور ہماری آنکھیں اُس ظہور کو نہ دیکھ سکیں۔ جب خداتعالیٰ کی صفات ہفتہ میں چلتی ہیں تو ہم ہفتہ کے دن بھی خداتعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور جب خداتعالیٰ کی صفات اتوار میں چلتی ہیں تو ہم اتوار کے دن بھی خداتعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور جب خداتعالیٰ کی صفات پیر میں چلتی ہیں تو ہم پیر کے دن بھی خداتعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور جب خداتعالیٰ کی صفات منگل میں چلتی ہیں تو ہم منگل کے دن بھی خداتعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور جب خداتعالیٰ کی صفات بدھ میں چلتی ہیں تو ہم بدھ کے دن بھی خداتعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور جب خداتعالیٰ کی صفات جمعرات میں چلتی ہیں تو ہم جمعرات کے دن بھی خداتعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور جب خداتعالیٰ کی صفات جمعہ میں چلتی ہیں تو ہم جمعہ کے دن بھی خداتعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور یہی غرض انسان کی پیدائش کی ہے کہ وہ خداتعالیٰ کو دیکھے اور اُس کا قرب حاصل کرے۔ اور جب خدا انسان کو ہر وقت مل سکتا ہے، ہر گھڑی مل سکتا ہے تو کوئی دن منحوس کس طرح ہوا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی پُرحکمت ارشاد فرمایا ہے کہ **لَاتَسُبُّوا الدَّھْرَ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الدَّھْرُ** 4 زمانہ کو گالی نہ دو کیونکہ خدا ہی زمانہ ہے۔ اِس کے یہ معنے نہیں کہ ٹائم اور خدا ایک ہی چیز ہے بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی ٹائم ایسا نہیں جس میں خدا اپنی صفات

ظاہر نہیں کرتا۔ اور جب وہ ظاہر کرتا ہے تو تمہارا کیا حق ہے کہ تم یہ کہو کہ زمانہ بُرا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس حدیث سے صاف پتا لگتا ہے کہ کسی دن کو بُرا کہنا درحقیقت خداتعالیٰ کو بُرا کہنا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں دن بُرا ہے وہ دوسرے الفاظ میں اِس امر کا اظہار کرتا ہے کہ **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ** خدا بُرا ہے کیونکہ وہ دن خدا نے بنایا ہے کسی اَور نے نہیں بنایا۔ اگر ایک سیر دودھ میں کچھ چھینٹے پیشاب کے پڑے ہوئے ہوں تو تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اب وہ دودھ پینے کے قابل ہے۔ تمہیں بہرحال سارے دودھ کو گندا کہنا پڑے گا۔ اِسی طرح جو شخص یہ کہتا ہے کہ خداتعالیٰ کی کچھ صفات ایسے دن میں ظاہر ہوئیں جو منحوس تھا تو دوسرے الفاظ میں وہ اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ** خداتعالیٰ کی تمام صفات منحوس ہیں۔ اور ایسا کہنا بدترین کفر ہے۔ کوئی دہریہ بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ کام کی رغبت پیدا کرنے اور قوم کی ہمت بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنا اچھے سے اچھا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ اور بجائے یہ کہنے کے کہ زمانہ بُرا ہے اُن کو اِس امر کی طرف توجہ دلائیں کہ زمانہ ترقی کی طرف دوڑتا چلا جا رہا ہے تم بھی آگے بڑھو اور اس دوڑ میں شامل ہو کر دوسروں سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ مگر آجکل لوگ بات شروع کرتے ہی کہنے لگ جاتے ہیں کہ کیا بتائیں زمانہ بہت بُرا ہے۔ تم لائبریریوں میں آج سے پانچ سو سال پہلے کی لکھی ہوئی کتابیں نکال کر پڑھو تو اُن میں بھی یہی لکھا ہوگا کہ آجکل کا زمانہ بہت بُرا ہے۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے کی کتابیں نکال کر دیکھو تو اُن میں بھی یہی لکھا ہوگا کہ یہ زمانہ بہت بُرا ہے۔ یہودیوں کی کتابیں نکال کر دیکھ لو تو اُن میں بھی یہی لکھا ہوگا کہ یہ زمانہ بہت بُرا ہے۔ اس میں مسیحؑ جیسے گندے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ عیسائیوں کی کتابیں پڑھ لو تو ان میں بھی یہی لکھا ہوگا کہ یہ زمانہ بہت بُرا ہے۔ اس میں ہر قسم کے گندے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ غرض زمانہ کو بُرا کہنے والے آج ہی نہیں ہر زمانہ میں پائے جاتے رہے ہیں۔ مگر اچھا کہنے والے بھی ہمیں ہر زمانہ میں نظر آتے ہیں۔ درحقیقت ہر شخص کی اپنی اپنی ذہنیت ہوتی ہے۔ کسی وقت اُسے ایک چیز اچھی نظر آتی ہے اور کسی وقت وہی چیز اُسے بُری نظر آنے لگتی ہے۔ میاں بیوی کو دیکھ لو صبح وہ پیار کر رہے ہوتے ہیں اور شام کو کسی بات پر رنجش

پیدا ہوتی ہے تو میاں کہتا ہے کہ نامعلوم وہ کونسا منحوس دن تھا جس دن میری شادی ہوئی۔ دوسرے دن خوش ہوتا ہے تو اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم سے ہی تو میرے گھر کی رونق ہے۔ تم تو میرے دل کا چین اور سرور ہو۔ قمیص پہنتے وقت ذرا کُہنی پھنس جائے تو انسان گالیاں دینے لگ جاتا ہے کہ یہ کمبخت کیسی گندی قمیص ہے ذرا بھی اچھی سلائی نہیں ہوئی۔ مگر پھر اُسی قمیص کو کوئی پھاڑنے لگے تو برداشت نہیں ہو سکتا۔ انسان لڑنے لگ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو بڑی اعلیٰ درجہ کی قمیص ہے۔ جُوتا چبھنے لگے تو انسان اُسے گالیاں دینے لگ جاتا ہے۔ ٹھیک ہو جائے تو کہتا ہے یہ تو پاؤں میں خوب فِٹ آتا ہے۔ غرض خوبیاں دیکھنے والے کو خوبیاں نظر آتی ہیں اور بُرائی دیکھنے والی آنکھ کو ہمیشہ بُرائی نظر آتی ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک دفعہ بازار سے گزر رہے تھے کہ راستہ میں ایک کُتّے کی لاش نظر آئی۔ حواریوں نے ناک پر اپنے رومال رکھ لیے اور کہا یہ کیسی گندی چیز ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اُس کے دانتوں کی طرف دیکھا اور فرمایا ''مگر دیکھو نا! اس کے دانت کتنے خوبصورت ہیں'' اِس رنگ میں انہوں نے اپنے حواریوں کو بتایا کہ یہ ساری چیزیں نسبتی ہوتی ہیں۔ ایک نقطہ نگاہ سے انسان کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اُسے بُری نظر آتی ہے دوسرے نقطہ نگاہ سے اُس چیز کو دیکھتا ہے تو اُسے اچھی نظر آتی ہے۔ غرض نسبت کے لحاظ سے بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ عائشہ! آج تم کچھ خفا معلوم ہوتی ہو۔ انہوں نے کہا میں ہوں تو خفا مگر آپ کو کس طرح پتا لگ گیا؟ فرمانے لگے میں کچھ عرصہ سے تاڑ رہا ہوں کہ جس دن تم خوش ہوتی ہو اُس دن تم کہتی ہو خدائے محمد کی قسم! یہ بات یوں ہے۔ اور جس دن تم خفا ہوتی ہو اُس دن کہتی ہو خدائے ابراہیمؑ کی قسم! یہ بات یوں ہے۔ آج تم نے خدائے ابراہیمؑ کے الفاظ استعمال کیے تھے جس سے میں سمجھ گیا کہ تم کچھ ناراض ہو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ٹھیک ہے یہی بات ہے۔ مَیں کسی بات پر غصہ میں آ گئی تھی۔[5] اب نہ ابراہیمؑ میں کوئی خرابی تھی کہ حضرت عائشہؓ بعض دفعہ آپ کا نام نہ لیتیں اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی نقص تھا کہ جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ ناراضگی کی حالت میں خدائے محمد کی قسم کھانے سے ہچکچاتیں۔ صرف اِتنی بات تھی

کہ جب وہ غصہ میں آتیں تو خدائے محمد کی قسم کھانے کی بجائے خدائے ابراہیمؑ کی قسم کھانے لگ جاتیں۔ تو انسان کو چاہیے کہ اُسے دنیا میں جس قدر چیزیں نظر آتی ہیں اُن کو وہ زیادہ سے زیادہ بہتر محسوس کرے، اُن کو زیادہ سے زیادہ اپنے لیے رحمت اور انعام سمجھے۔ پھر وہی چیزیں اُس کے لیے تسلی اور تسکین کا موجب بن جائیں گی۔ اور اگر وہ اِس نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھے گا تو بڑی سے بڑی نعمت بھی اس کے لیے زحمت اور لعنت کا موجب بن جائے گی۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ کسی شخص نے شکایت کی کہ باورچی چوری کرتا ہے۔ وہ آپ کھانا کھا لیتا ہے تو اس کے بعد آٹھ دس روٹیاں اپنے گھر لے جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس شکایت کرنے والے دوست سے کہا کہ آپ کی شکایت تو میں نے سن لی ہے لیکن کبھی آپ نے یہ بھی سوچا کہ ایک روٹی کے لیے یہ دو دفعہ تنّور میں جھکتا ہے۔ سخت گرمی میں ہم نے اپنے دروازے بند کیے ہوئے ہوتے ہیں، پردے لٹک رہے ہوتے ہیں، دستی پنکھے ہمارے ہاتھوں میں ہوتے ہیں اور یہ تنور میں گھُسا جا رہا ہوتا ہے۔ آخر یہ بھی ہماری طرح ہی اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں سلوک نہ کیا اور اس کے ساتھ کیوں کیا؟ آخر اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک رنگ میں سزا تو مل رہی ہے۔ اِسے اَور کیا سزا دلانا چاہتے ہیں؟

تو اچھا آدمی ہمیشہ اچھے پہلو کو دیکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شکایت کرنے والے کو اِس امر کی طرف توجہ دلائی کہ سزا تو اُسے روٹیاں چُرانے سے بھی پہلے مل جاتی ہے کیونکہ ایک ایک روٹی کے لیے یہ دو دو دفعہ تنور میں اپنا سر جھکاتا ہے۔ پھر اس کی تعلیم اعلیٰ نہیں۔ اگر تعلیم اچھی ہوتی تو لازماً اس کے اخلاق بھی اچھے ہوتے اور اچھا کاروبار اختیار کرتا۔ جب ان میں سے کوئی بات بھی اسے حاصل نہیں تو اِس پر اَور کیا ناراض ہوتے ہو۔ ایسے شخص کو مارنا یا سزا دینا تو ایسا ہی ہے جیسے کہتے ہیں ''مرے کو مارے شاہ مدار''۔ غرض اِس واقعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر اِسی طرف گئی کہ ہماری موجودہ حالت خدا تعالیٰ کے انعاموں میں سے ایک بہت بڑا انعام ہے۔ اور اُس کے لیے وہی سزا کافی ہے

جو اُسے مل رہی ہے کسی اَور سزا کی اُس کے لیے کیا ضرورت ہے؟ تو مومن کو ہمیشہ ہر چیز کا اچھا پہلو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور توہمات میں مبتلا ہو کر اپنی طاقتوں کو ضائع نہیں کرنا چاہیے"۔ (الفضل 21 ستمبر 1960ء)

1: بخاری کتاب الجهاد باب من احب الخروج یوم الخمیس

2: صحیح مسلم کتاب الجمعة باب فضل من استمع و انصت فی الخطبة۔ (مفہومًا)

3: يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ (الرحمٰن:30)

4: مسلم کتاب الالفاظ من الادب وغیرها باب النَّهی عَنْ سَبِّ الدَّهْرِ

5: صحیح البخاری کتاب النکاح باب غَیرةِ النّساءِ ووجْدِهِنّ